سلام اور جوابِ سلام میں ”وبرکاتہ“ کے بعد ”ومغفرتہ“ وغیرہ کا اضافہ جائز یا ناجائز---ایک تحقیقی بحث

از: مولانا محمد تبریز عالم حلیمی قاسمی
استاذ دارالعلوم حیدرآباد

سلام کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ ”السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ“ کہا جائے، یہی حکم جواب کا بھی ہے؛ لیکن بعض روایتوں میں ”وبرکاتہ“ کے بعد ”ومغفرتہ“ کا اضافہ وغیرہ بھی منقول ہے، اُس کی حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ معمول بہا ہے یا نہیں؟ ذیل میں اس حوالے سے ایک تحقیقی اور علمی بحث پیش کی جارہی ہے۔

اگر بات سنت کی کی جائے تو مسنون یہی ہے کہ السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ پر اضافہ نہ کیا جائے ”وبرکاتہ“ سلام کی انتہا ہے اور اِس پر اضافہ کرنا خلافِ سنت ہے۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا عائشة! هذا جبرئیل یُقرأ علیكِ السلامَ، فقلت: وعلیه السلام ورحمة الله وبرکاته، فذهبت تزید، فقال النبي صلی الله علیه وسلم: إلی هذا انتهی السلام، فقال: (رحمة الله وبرکاته علیکم أهل البیت)

> اے عائشہ! یہ جبرئیل تھے، تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اِس پر اضافہ کرنے لگیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلام کی حد یہیں تک ہے، پھر آپ نے (مذکورہ آیت) پڑھی (اللہ کی رحمت اور برکات تم پر ہوں اے اہل بیت!) (بخاری، رقم:۳۰۴۵، بدء الخلق)

(۲) امام مالک رحمة اللہ علیہ نے موطا میں سند جید کے ساتھ محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت نقل کی ہے: وہ کہتے ہیں:

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ کے پاس ایک یمنی شخص داخل ہوئے اور سلام یوں کیا: السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ، ثم زاد شیئاً مع ذلك

پھر مزید کچھ کلمات کہے، حضرت نے، جو اُن دنوں بینائی سے محروم ہوگئے تھے، کہا: کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ایک یمنی صاحب ہیں جو آپ کے پاس آتے رہتے ہیں؛ چناں چہ لوگوں نے اُن کا تعارف کرایا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: إن السلام انتهى إلى البركة سلام کی انتہا برکت تک ہے۔ (موطا مالک، رقم: ۱۷۲۸، باب العمل فی السلام)

(۳) اسی روایت کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں بھی نقل کیا ہے، اس روایت میں کچھ اضافہ ہے:

ایک سائل آیا اور آپ کو سلام کیا اور کہا: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته ورضوانه اور اِس کو اُس سے شمار کیا (یعنی ومغفرته ورضوانه کو سلام کا حصہ خیال کیا) تو ابن عباس نے کہا: ما هذا السلام؟ وغضب حتى احمرت وجنتاه یہ کیسا سلام ہے؟ اور غصہ ہوئے؛ یہاں تک کہ آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا، پھر آپ کے بیٹے علی نے آپ سے کہا: ابا جان! یہ مسئلہ پوچھنے والا ہے، آپ نے کہا: إن الله حدّ السلام حداً وينهى عما وراء ذلك ثم قرأ "رحمة الله وبركاته عليكم أهل البيت انه حميد مجيد" بے شک اللہ نے سلام کی ایک حد مقرر کردی ہے اور اس سے زائد سے منع فرمایا ہے، پھر آیت پڑھی رحمة الله وبركاته عليكم أهل البيت انه حميد مجيد (ہود: ۷۳) (شعب الایمان، رقم: ۸۸۷۸، فصل فی کیفیۃ السلام)

(۴) زہرہ ابن معبد کہتے ہیں: کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انتهى السلام إلى "وبركاته" حافظ ابن حجر نے کہا: اس کے رجال ثقہ ہیں۔ (فتح الباری: ۶/۱۱، رقم الحدیث: ۸۸۷۸)

(۵) ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یوں سلام کیا: السلام عليك ورحمة الله وبركاته ومغفرته، تو ابن عمر نے اسے ڈانٹا اور کہا: حسبك إذا انتهيت إلى "وبركاته" إلى ما قال الله عزوجل یعنی تیرے لیے کافی ہے جب تو "وبركاته" تک پہنچے، جو اللہ تعالیٰ نے کہا (ابن عمر کی مراد وہی آیت تھی جو اوپر گذری) (ہود: ۷۳) (شعب الایمان: ۸۸۸۰)

(۶) حضرت یحییٰ بن سعید سے مروی ہے: کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک شخص نے یوں سلام کیا، السلام عليكم ورحمة الله وبركاته والغاديات والرائحات ابن عمر نے جواباً کہا: تمہارے اوپر ہزار مرتبہ ہو۔ راوی کہتے ہیں: ابن عمر نے ایسا جواب، اس سلام کے طریقے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے دیا (گویا طنزاً جواب تھا) کیوں کہ اُس نے وبرکاتہ کے بعد والغادیات کا اضافہ کردیا تھا۔ (موطا مالک، رقم: ۱۷۳۳)

(۷) پیچھے عمران بن حصین کی روایت نقل کی گئی ہے، جس میں السلام عليكم ورحمة

الله وبركاته تک کا تذکرہ ہے، جس پر تیس نیکیاں ملتی ہیں اُس میں اِس کے بعد کچھ الفاظ کا تذکرہ نہیں ہے۔ (ابوداؤد: ۵۱۹۵)

(۸) ہندیہ میں ہے: ولا ينبغي أن يزاد على البركات، قال ابن عباس رضي الله عنهما: لكل شيء منتهى، ومنتهى السلام البركات كذا في المحيط. (ہندیہ: ۳۲۵/۵)

(۹) صاحب منتقٰی علامہ باجی لکھتے ہیں: سلام کے تین اجزاء ہیں (۱) السلام عليكم (۲) ورحمة الله (۳) وبركاته، جس کسی نے ایک یا دو جزوں پر اکتفا کیا تو کافی ہے اور جس نے تینوں اَجزاء کو جمع کیا تو اُس نے مقصود کو حاصل کرلیا اور جب مقصود حاصل ہوگیا تو اُس پر اضافہ کرنا درست نہیں۔ (المنتقی: ۲۸۰/۴)

(۱۰) امام محمد نے موطا محمد میں لکھا ہے: إذا قال: السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، فليكفف؛ فإن اتباع السنة أفضل یعنی اگر سلام کرنے والے نے سلام یوں کیا السلام عليكم ورحمة الله وبركاته تو اب وہیں رک جائے، اضافہ نہ کرے؛ کیوں کہ سنت کی پیروی بہرحال افضل ہے۔ (موطا امام محمد: ۳۸۵)

اور موطا امام محمد کے شارح علامہ لکھنوی نے اس قول کی شرح میں لکھا ہے:

العمل الكثير في بدعة ليس خيرا من عمل قليل في سنة وظاهره أن الزيادة على "وبركاته" خلاف السنة مطلقاً. (التعليق الممجد مع موطا امام محمد: ۳۸۵)

بدعت میں عمل کثیر، سنت میں عمل قلیل سے بہتر نہیں ہے یعنی سنت کا عمل چاہے تھوڑا ہی ہو بدعت میں زیادتیٔ عمل سے بہرحال بہتر ہے؛ پس ظاہر یہی ہے کہ وبرکاتہ پر اضافہ مطلقاً خلافِ سنت ہے۔ تلك عشرة كاملة.

خلاصۂ کلام: مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ سلام کا ادنیٰ درجہ السلام عليكم ہے، اس پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور اگر السلام عليكم ورحمة الله کہا جائے تو بیس نیکیاں اور السلام عليكم ورحمة الله وبركاته سلام کا اعلیٰ درجہ ہے، اس پر تیس نیکیاں ملتی ہیں، اور یہی حکم جواب کا بھی ہے؛ البتہ جواب ہمیشہ سلام کے مقابلہ میں اچھے الفاظ میں دینا چاہیے یعنی اگر کوئی صرف السلام عليكم کہے تو جواباً وعليكم السلام ورحمة الله کہنا افضل ہے اور السلام عليكم ورحمة الله کسی نے کہا تو جواباً وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته کہنا افضل ہے، اور اگر کسی نے ابتداءً ہی السلام عليكم ورحمة الله وبركاته کہہ دیا تو جواب میں وبرکاته پر اضافہ مسنون نہیں؛ کیوں کہ وبرکاته ابتداءً اور جواباً سلام کی حد ہے اور

سنت سمجھتے ہوئے حد کو پار کرنا درست نہیں۔

شواہد و مویدات

مذکورہ دلائل کے علاوہ اس مسئلہ کے دیگر مویدات اور شواہد بھی ہیں۔

(۱) تشہُّد میں سلام کے الفاظ بھی "وبر کاته" پر ختم ہوتے ہیں: السلام علیك أیها النبي ورحمة الله وبر کاته. (مسلم، رقم:۸۷۲)

(۲) نماز سے نکلنے کے سلام کے عام الفاظ، جو احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہیں وہ رحمة الله تک ہیں؛ جب کہ بعض احادیث میں وبر کاته بھی ثابت ہے؛ لیکن وبر کاته پر اضافہ کسی روایت میں نہیں ہے۔ علقمہ بن وائلؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

صلیت مع النبي ﷺ فکان یُسَلِّم عن یمینه السلام علیکم ورحمة الله وبر کاته. (ابوداؤد:۱/۱۵۰)

(۳) امام بیہقی نے شعب الایمان میں زہرہ بن معبد کی روایت نقل کی ہے:

عروہ بن الزبیر کو ایک آدمی نے یوں سلام کیا: السلام علیکم ورحمة الله وبر کاته تو عروہ نے کہا: ما ترك لنا فضلا إن السلام انتهی إلی وبر کاته کہ اس نے ہمارے لیے کوئی فضیلت نہیں چھوڑی؛ بے شک سلام کی انتہا وبر کاته تک ہے۔ (شعب الایمان، رقم الحدیث:۹۰۹۶)

اُن روایات کا علمی جائزہ جن میں "وبرکاتہ" پر اِضافہ ہے

کتب حدیث میں کچھ روایتیں ایسی ملتی ہیں، جن سے "وبر کاته" پر اضافہ ثابت ہوتا ہے، ذیل میں چند روایات کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

(۱) حدثنا إسحاق بن سوید الرملي، حدثنا أبو مریم، أظن أني سمعت نافع بن یزید قال: أخبرني أبو مرحوم، عن سهل بن معاذ بن أنس، عن أبیه، عن النبي ﷺ بمعناه، زاد ثم أتی آخر، فقال: السلام علیکم ورحمة الله وبر کاته ومغفرته. فقال: أربعون قال: هکذا تکون الفضائل.

..... پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمة الله وبر کاته ومغفرته تو آپ ﷺ نے فرمایا: (ان کے لیے) چالیس نیکیاں ہیں اور فرمایا: فضیلت وثواب میں ایسے ہی اضافہ ہوتا ہے۔ (ابوداؤد:۵۱۹۶، باب کیف السلام)

ابوداؤد نے یہ روایت اُس روایت کے بعد متصلاً ذکر کی ہے، جس میں تیس نیکیوں کے ملنے کا تذکرہ ہے، جس کے راوی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہیں، مذکورہ بالا حدیث کے راوی

معاذ بن انس رضی اللہ عنہ ہیں، اِس میں ومغفرتہ کا اضافہ ہے، نیز اِس پر چالیس نیکیوں کے ملنے کا تذکرہ ہے۔

جائزہ: لیکن علمی اعتبار سے یہ حدیث قابل استدلال نہیں، صاحب اوجز المسالک نے اِس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: علامہ منذری فرماتے ہیں: کہ یہ حدیث ضعیف ہے؛ کیوں کہ سندِ حدیث کا ایک راوی ابومرحوم عبدالرحیم بن میمون ہے، اِس کی روایات قابل استدلال نہیں ہوتیں۔(اوجز:۱۷۶/۱۷) ابوحاتم کہتے ہیں: یُکتبُ حدیثُه ولا یُحتَجُّ به اس کی حدیث لکھی جائے گی؛ مگر استدلال نہیں کرسکتے۔(میزان الاعتدال:۵۰۳۷)

اِسی حدیث کے دوسرے راوی ہیں سہل بن معاذ، اِن کو بھی یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے؛ اگرچہ ابن حبان نے اِنہیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔(میزان: رقم:۳۵۹۲)

حافظ ابن حجر نے تقریب میں عبدالرحیم بن میمون کو صدوق اور سہل بن معاذ کو لا بأس به کہنے کے باوجود اِس حدیث کے بارے میں کہا ہے: کہ اِس کی سند ضعیف ہے۔(فتح الباری:۸/۱۱)

حدیث کے راوی ابن ابی مریم نے دوسرے راوی نافع ابن یزید کے بارے میں، سند کے اندر کہا ہے: میرا گمان ہے کہ میں نے نافع بن یزید سے سنا ہے، یعنی اُنھوں نے سماعت کا جزم اور یقین بیان نہیں کیا ہے؛ چناں چہ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

ولا یثبت هذا الحدیث؛ فإن له ثلاث علل: إحداها، أنه من روایة أبي مرحوم عبد الرحیم بن میمون، ولا یُحتَجُّ به.

الثانیة: أن فیه أیضا سهل بن معاذ وهو أیضا کذٰلك

الثالثة: أن سعید بن أبي مریم أحَدُ راویه لم یَجزِم بالروایة؛ بل قال: أظن أني سمعت نافع بن یزید. (زادالمعاد:۴۱۷/۲، فصل صیغۃ السلام)

اب حاصل یہ نکلا کہ ابوداؤد کی مذکورہ روایت ضعیف ہے، اور اُن روایات کے مقابلہ میں جن میں وبرکاته پر اضافہ نہیں ہے یا منع کیا گیا ہے، قابلِ استدلال نہیں۔

(۲) حضرت انسؓ سے مروی ہے: کہ حضور ﷺ کے پاس سے ایک جانور چَرانے والے صاحب گذرتے تھے، تو یوں سلام کرتے تھے "السلام علیك یا رسول الله! تو رسول اللہ ﷺ جواب یوں دیتے: وعلیك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته ورضوانه......الحدیث (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: رقم:۲۳۵، منتہی رد السلام)

اس حدیث میں "وبرکاته" پر دوالفاظ ومغفرته ورضوانه کا اضافہ ہے؛ لیکن مذکورہ

حدیث ضعیف ہے، محققین کی آرار پڑھیے:

علامہ نووی کہتے ہیں: روينا في كتاب ابن السني بإسناد ضعيف عن أنس (الاذکار:۲۰۹)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: وأخرج ابن السني في كتابه بسندٍ واهٍ من حديث أنس (فتح الباری:۱۱/۶)

حافظ ابن القیم لکھتے ہیں: وأضعف من هذا، الحديثُ الآخر عن أنس (زادالمعاد:۲/۴۱۸)

خلاصہ یہ کہ مذکورہ حدیث ابوداؤد والی حدیث سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور بقول ابن حجر: اس کی سند واہی تباہی ہے، لہٰذا وبركاته پر اضافہ کی مسنونیت پر استدلال درست نہیں۔

(۳) عن زيد بن أرقم قال: كنا إذا سلم النبي ﷺ علينا، قلنا: وعليك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته. زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی ﷺ ہمیں سلام کرتے تو ہم جواب میں وعليك السلام ورحمة الله وبركاته ومغفرته کہتے تھے۔ (شعب الایمان: رقم:۸۸۸۱، فصل فی کیفیۃ السلام)

اس حدیث پر بھی شارحینِ حدیث نے کلام کیا ہے؛ چناں چہ محقق حافظ ابن حجر کہتے ہیں: وأخرج البيهقي في "الشعب" بسندٍ ضعيف أيضا، من حديث زيد بن أرقم. (فتح الباری:۱۱/۶)

حاصل گفتگو: الغرض سلام وجوابِ سلام میں ومغفرته وغیرہ کے اضافہ کے جواز کے بارے میں یہ چند روایات ذکر کی گئیں؛ جن کا حال ظاہر ہوا کہ علمی اعتبار سے ضعیف ہیں؛ جب کہ دوسری طرف سلام اور جوابِ سلام کا "وبركاته" پر ختم ہونا اور اُس پر اضافہ کے عدم جواز کی روایات سامنے آگئیں؛ لہٰذا اب مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ ابتداءً اور جواباً دونوں صورتوں میں سلام کی آخری حد وبركاته ہے اور یہی مسنون ہے۔

حافظ ابن حجر کی رائے

حافظ ابن حجر شارحِ بخاری نے اِن روایات پر گفتگو کرتے ہوئے اخیر میں لکھا ہے:

وهذه الأحاديث الضعيفة إذا انضمَّت قوي ما اجتمعت عليه من مشروعية الزيادة على "وبركاته" یعنی وہ روایات جنہیں محدثین نے ضعیف کہا ہے، اگر انہیں جمع کیا جائے اور اُن کے شواہد وتوابع کو دیکھا جائے تو کم از کم اتنا تو ثابت ہوسکتا ہے کہ "السلام عليكم ورحمة الله وبركاته" پر اضافہ مشروع ہے۔ (فتح الباری:۱۱/۶)

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی رائے

موطا مالک کے حنفی شارح شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہ اوجز المسالک میں لکھتے ہیں:

اِن روایات سے زیادہ سے زیادہ ”وبرکاتہ“ پر اضافہ ثابت ہوسکتا ہے؛ لیکن سنتِ سلام کا مصداق وہی روایات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ”وبرکاتہ“ پر اضافہ نہ کیا جائے؛ رہ گئی یہ بات کہ ابوداؤد کی وہ روایت جس میں ”ومغفرتہ“ کے اضافہ پر آپ ﷺ نے چالیس نیکیوں کے حصول کی بات کہی ہے، تو وہ کسی مخصوص حال یا عارض کی وجہ سے ہے۔

ایسا ہوتا ہے کہ ایک عمل کا ثواب متعین ہوتا ہے اور اس میں کبھی کسی عارض کی وجہ سے زیادہ ثواب مل جاتا ہے؛ لیکن اس عارضی چیز پر مسئلہ کا مدار نہیں ہوتا؛ بلکہ پہلا طریقہ ہی معمول بہ اور مسنون ہوتا ہے، اِس کی نظیر صحیح مسلم کی وہ روایت ہے، جو حضرت انسؓ سے مروی ہے: کہ ایک صحابی نماز کی صف میں اُس وقت شامل ہوئے؛ جب کہ ان کی سانسیں پھول رہی تھیں، انھوں نے کہا: اللہ أکبر، الحمدُ لِلّٰہِ حَمْداً کَثیراً طَیِّباً مُبارَکاً فِیہِ، اِسی روایت میں آگے ہے کہ حضور نے فرمایا: کہ میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اِن کلمات کی جانب سبقت کررہے ہیں (مسلم، رقم الحدیث: ۶۰۰، فضل قول الحمدللہ) بخاری کی روایت میں ہے کہ ایسا واقعہ قومہ میں پیش آیا تھا اور حضور ﷺ نے فرمایا: کہ تقریباً تیس فرشتے اِس کلمے کو لینے میں سبقت کررہے تھے (رقم الحدیث: ۷۹۹) اور نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ کے پیچھے، ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے کہ انہیں چھینک آگئی، انھوں نے الحمد للہ حمدا کثیرا طیباً مبارکا فیہ کہہ دیا۔ (رقم الحدیث: ۹۳۱)

الغرض واقعہ تکبیر تحریمہ کا ہو یا قومہ کا یا نماز میں چھینک آنے کا، بہر حال اتنا طے ہے کہ اِن مواقع پر، اِن الفاظ کا کہنا، معمول بہا اور مسنون نہیں ہے؛ حالاں کہ اِس ذکر کی خاص فضیلت حضور ﷺ نے بیان کی ہے؛ لہٰذا جیسے یہاں اِس ذکر کی فضیلت کے باوجود، اِس کا مسنون ہونا لازم نہیں آتا، ٹھیک اِسی طرح ”وبرکاتہ“ پر اضافہ کی وجہ سے چالیس نیکیوں کی فضیلت جو بیان کی گئی ہے، لازم نہیں آتا کہ وہ بھی مسنون ہو؛ الغرض اختلاف مسنون ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں ہوا، رہ گئی گنجائش کی بات، سو اضافہ کی گنجائش ہے۔ (خلاصہ اوجز المسالک: ۱۷۷/۱۷)

چناں چہ علامہ عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

فالأولی: القول بتجویز ذلک أحیانا، والاکتفاء علی ”وبرکاتہ“ أکثریاً.

یعنی اکثر اور عمومی احوال میں تو وبرکاتہ پر اضافہ نہ کیا جائے، کبھی کبھار ومغفرتہ وغیرہ کا اضافہ ہوگیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (التعلیق الممجد علی موطا امام محمد: ۳۸۵)

خلاصہ: احیاناً جوازِ اضافہ ثابت ہے؛ البتہ اختلاف، اضافہ کی سنیت کے بارے میں ہوا، اور سنت یہ ہے کہ اضافہ نہ کیا جائے، گو جائز ہے؛ جواز اور سنت کا فرق یاد رکھنا چاہیے۔